مقتل امام حسین
رضی اللہ عنہ وعلیہ السلام

حماد بن سعید العلوی

فہرستِ مضامین

مقتل اِمام حسینؓ

کئی واقعات ایسے ہیں جس میں اہل السنہ شیعوں سے اختلاف کرتے ہیں تاہم عمومی طور پر سنی و شیعہ اس بات پر متفق ہیں کہ امام حسینؓ کربلاء گئے اور شہید کئے گئے اور یہ المناک واقعہ عاشوراء سنہ ۶۱ ہجری میں پیش آیا۔ لیکن ہمارے ان سے کئی اختلافات ہیں اس کا آگے جستہ جستہ ذکر آئے گا-اِن شاء اللہ-.
رہی بات اس کی کہ اہل سنت اور اہل تشیع کے واقعہ کربلاء کو لے کر اختلاف کی وجہ کیا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ تاریخ کہاں سے اخذ کرتے ہے اور کس سے سیکھتے ہیں۔ یہی اختلاف کا سبب ہے۔

تاریخی روایات :

ہم میں سے اکثر نے واقعہ کربلاء کی معلومات خطیبوں کے ذریعہ حاصل کی ہیں اور خطیبوں نے عمومی طور پر کتابوں سے اخذ کی ہوتی ہیں۔ ہم میں سے کثیر تعداد اگر وہ سنی ہے تو اپنی معلومات حافظ ابن کثیرؒ کی «البدایۃ والنہایۃ» سے لیتا ہے اور بعض حافظ ابن حجرؒ کی «الاِصابۃ» سے۔ اور سب سے اہم ماخذ ابو مخنف لوط بن یحیٰی الازدی (م. ۱۵۷ھ) کی «مقتل الحسین» کو سمجھا جاتا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ابو مخنف متہم بالکذب ہے اور امام یحیٰی بن معین نے اسے عمرو بن شمر (کذاب) کی مثل قرار دیا تھا۔ (1) اس کے بعد اہم ماخذ طبقات ابن سعد ہے اور تاہم امام ابن سعدؒ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے کہاں سے اخذ کیا؟ بس یہ لکھا

(1) تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۳/۴۳۹

دیا کہ کئی لوگوں نے انہیں بیان کیا۔ اوران کا سب سے بڑا شیخ محمد بن عمر الواقدی تھا جو کہ اہل مدینہ کے بڑے کذابوں میں سے ایک مشہور تھا، تو خیال ہے کہ ابن سعدؒ نے اسی سے نقل کیا ہوگا۔ اگر وہ صراحت کر دیتے کہ انہوں نے کس سے لیا تو آج یہ معاملہ نہ ہوتا۔ اس صورت میں ہم تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ہم واقعہ کربلاء کی معلومات کہاں سے اخذ کریں؟

ہمارے پاس جو تاریخ طبری میں عمار الدہنی (ثقہ تابعی) کی روایت ہے بد قسمتی سے وہ بھی راوی خالد بن یزید بن اسد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کے علاوہ ابو العرب التمیمی کی کتاب «المحن» مین ابو معشر کی روایت بھی ملتی ہے لیکن یہ بھی کمزور ہے کیونکہ ابو معشر خود ضعیف اور متروک ہیں۔ بد قسمتی سے ایسی ساری اہم روایت جن میں واقعہ کربلاء کی تفصیل تھی کمزور یا نا قابلِ اعتبار ہیں۔ تاہم الحمد للہ! ہمارے پاس کئی محدود معلومات پر مبنی واقعہ کربلاء کی اخبار معتبر اسناد سے موجود ہیں۔ اگر ہم ان سب روایات کو جمع کر دیں تو ہم بہ آسانی واقعہ کربلاء کی حقیقی و معتبر کہانی تک پہنچ جائیں گے کہ امام حسینؓ کے ساتھ ہوا کیا تھا۔

اب سوال بنتا ہے کہ حافظ ابن کثیر نے آخر کیوں ابو مخنف جیسے متہم پر اعتماد کیا؟ اس کا آسان سا جواب ہے کہ اس کی روایات میں ڈھیر ساری معلومات تھیں اور وہ بہت ہی واضح تھیں اور ایک ترتیب سے تھیں۔ اور امام طبریؒ نے بھی اس کی روایات جمع کی تھیں، خود امام طبریؒ نے کہا کہ (خلاصہ) میری کتاب میں سے ہر چیز قبول نہ کرو اگر اس میں کوئی مسئلہ پاؤ تو وہ میری طرف سے نہیں بلکہ راوی کی وجہ سے ہے۔[1]

---

(1) تاریخ الطبری ۱/۷

اور ابو مخنف سے ہمیں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس کی ایسے کئی خطوط تک رسائی تھی جس تک کسی کی نہ ہو سکی۔ مثلاً یزید بن معاویہ کے ولید بن عقبہ کی طرف خط جو کہ امیر مدینہ تھا، دو کوفیوں کے حسینؓ کی طرف خط اور حسینؓ کا ان خطوط کا جواب، مسلم بن عقیلؒ کے حسینؓ کی طرف خط اور حسینؓ کا اس خط کا جواب دینا اور پھر مسلمؒ کا اس کا جواب، کوفیوں کے یزید کی طرف خطوط، حسینؓ کا کوفیوں کی طرف خط، مسلم بن عقیلؒ کا حسینؓ کی طرف خط، عبید اللہ بن زیاد کا یزید کی طرف خط اور یزید کا جواب دینا، کوفیوں کا حسینؓ کے خط کا جواب دینا، حسینؓ کا مسلمؒ کے خط کا جواب دینا، عبید اللہ بن زیاد کا حُر بن یزید کی طرف خط، اور عمر بن سعد کا عبید اللہ بن زیاد کی طرف خط۔ تو یہ وہ شخص تھا جو امام حسینؓ کے بھی سو سال بعد آیا اور اس کے پاس یہ تمام خفیہ خطوط تھے جو کہ نا قابلِ یقین بات ہے۔

انتہا تو یہ ہے کہ ابو مخنف کی وفات کے بھی آٹھ سو سال بعد ایک اور مقتل الحسین نمودار ہو گئی!! مگر دونوں کتابوں کا مواد مختلف ہے۔ اور معروف بھی یہ بعد میں نمودار ہونے والا نسخہ ہے۔ اس نئی مقتل الحسین میں ایسی باتیں بھی ہیں جسے عقل قبول ہی نہیں کر سکتی۔ بعض شیعوں نے جو امام حسینؓ کے متعلق عقائد وضع کیے وہ اسی نئے نسخے پر منحصر ہے اور ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ کتاب آئی کہاں سے۔ ابو مخنف کی مقتل الحسین نہ صرف سنی استعمال کرتے ہیں، بلکہ اہل تشیع میں زیدیہ و اثنا عشریہ دونوں استعمال کرتے ہیں۔ وہ بھی ایسے شخص کی جو کہ متہم ہے۔ شیعہ اثنا عشری عالم عباس القمی جنہوں نے «مفاتیح الجنان» لکھی، انہوں نے نئی مقتل الحسین کو نا قابل قبول قرار دیا کیونکہ معلوم نہیں کہ کہاں سے آئی اور اسے کس نے تالیف کیا اور پرانی مقتل الحسین کو معتبر کہا۔

مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں نے اس پر اعتماد تو کیا مگر اس کی تحقیق نہیں کی۔ پرانی مقتل الحسین بھی ناقابل اعتبار ہے جس کی وجوہات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

تعداد

`امام حسینؓ، ان کے خاندان اور ان کے رفقاء سمیت تعداد ۷۰ سے ۱۰۰ تک تھی ۔جو لشکر امام حسینؓ سے لڑنے بھیجا گیا تھا پرانی مقتل الحسین کے مطابق ان کی تعداد چار ہزار تھی اور نئی مقتل الحسین کے مطابق ان کی تعداد اَسی (۸۰) ہزار تھی۔ پرانی مقتل الحسین کے مطابق سیدنا حسینؓ نے ایک شخص کا قتل کیا۔ نئی مقتل الحسین کے مطابق سیدنا حسینؓ نے ایک ہزار پانچ سو افراد کا قتل کیا۔

منذر الثوری (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: جب ہم حسین بن علی (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھ شہید ہونے والوں کا تذکرہ کرتے تو محمد بن حنفیہّ (رحمہ اللہ) فرماتے:

سترہ افراد شہید ہوئے، سب کے سب نوجوان تھے اور جن میں سے ہر ایک نے رحمِ فاطمہ (رضی اللہ عنہ) سے جنم لیا تھا۔ (1)

ابو الفضل عباسؒ کی کہانی

ابو الفضل عباسؒ سیدنا علیؓ کے بیٹے اور حسینؓ کے بھائی تھے۔ایک قصہ جو شیعوں میں بڑا مشہور ہے کہ امام حسینؓ پیاسے تھے تو انہوں نے عباسؒ کو پانی لینے بھیجا اور جب وہ پانی لے کر واپس آ رہے تھے تو ان کا سامنا کسی سے ہوا اور اس نے ان پر حملہ کر دیا انہوں نے اپنا دفاع کیا اور وہ کچھ پانی پینے لگے تو انہیں امام حسینؓ کی پیاس یاد آ گئی تو عباسؒ نے کہا نہیں پہلے حسینؓ کو پانی دینا ہے۔اس اثنا میں ان کا ایک بازو کٹ گیا اور انہوں نے محض ایک بازو سے ایک سو اَسی (۱۸۰)

(1) الطبقات الکبری لابن سعد ۱/۱۴۹ رقم ۴۵۶ وقال المحقق: إسنادہ حسن

افراد کا قتل کیا۔ پھر ان کا دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا اور کسی نے ان کے سر پر گرز مارا اور عباس شہید ہو گئے۔ یہ تو تھا نئی مقتل الحسین کے مطابق۔

پرانی مقتل الحسین کے مطابق عباس پانی لینے گئے اور وہ بعض لوگوں کے ہمراہ تھے۔ نافع بن ہلال جو کہ عباسؒ کے ساتھ تھے، وہ یزیدی فوج کے کسی آدمی سے گتھم گتھا ہوئے بالآخر عباس اور نافع مشکیزوں میں پانی پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ تو اس روایت کے مطابق نہ عباسؒ کے دونوں بازو کٹے، نہ ہی ۱۸۰ افراد کا قتل کیا۔ یہ ڈرامائی کہانی بلکہ سرے سے ناقابل اعتبار ہے۔ احتمال ہے کہ گھڑنے والے نے یہ دو بازو کٹنے والی کہانی سیدنا جعفر طیارؓ کے جنگ موتہ میں ہاتھ کٹنے والے واقعہ سے اخذ کیا اور کچھ ترمیم کے ساتھ بیان کر دیا۔ اس موقع پر مجھے حماد بن سلمہؒ کا واقعہ یاد آ گیا، وہ فرماتے ہیں کہ رافضہ کے ایک شیخ نے مجھ سے بیان کیا جو تائب ہو گئے تھے، فرمایا: ہم جب کسی چیز کو اچھا سمجھتے ہیں اور اس پر اتفاق ہو جاتا ہے تو ہم اس کو حدیث بنا دیتے۔ (1)

پس منظر:

سنہ ۴۱ھ میں جب حسن بن علیؓ معاویہؓ کے مقابلے میں پہاڑوں جیسا لشکر لے کر آئے تو عمروؓ بن العاص نے کہا: میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک وہ اپنے مخالفین کو قتل نہ کر دیں۔ معاویہؓ جو ان (عمروؓ) سے بہتر تھے نے عمرو بن العاصؓ سے کہا: اے عمرو! اگر انھوں نے اُن کو اور اُنھوں نے ان کو قتل کر دیا تو لوگوں کے امور کی نگرانی کون کرے گا؟ ان کی عورتوں کی کفالت کون کرے گا؟ ان کے بچوں اور بوڑھوں کی

(1) الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع للخطیب البغدادی ج۱ ص۱۳۸ رقم ۱۶۸ الموضوعات لابن الجوزی ج۱ ص۳۹

حفاظت کون کرے گا؟ پھر معاویہؓ نے قریش کے قبیلہ عبد شمس سے دو آدمی: عبد الرحمٰن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریز، بھیجے اور ان سے کہا کہ اس شخص (حسنؓ) کے پاس جاؤ اور صلح کی پیش کش کرو، اس سے صلح کے متعلق گفتگو کرو، چنانچہ وہ دونوں حسنؓ کے پاس گئے، ان سے گفتگو کی اور صلح کی پیشکش سامنے رکھی۔ حسنؓ نے فرمایا: اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ انھوں نے عرض کیا: ہم اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ اس کے بعد حسنؓ نے جس جس چیز کا مطالبہ کیا وہ دونوں یہی کہتے رہے کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں، چنانچہ حسنؓ نے معاویہؓ سے صلح کر لی۔ حسن (بصری) فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو بکرہؓ سے سنا، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا جبکہ حسن بن علیؓ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ کبھی تو لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور فرماتے:

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

ترجمہ: "میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعے سے مسلمان کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا"[1]

عبد الرحمٰن بن جبیر سے روایت ہے کہ جبیر بن نفیر کہتے ہیں میں نے حسن بن علیؓ سے کہا، لوگ کہتے ہیں کہ آپ خلافت کے خواہشمند ہیں؟ (حسنؓ نے) فرمایا: سارے کا سارا عرب میرے ہاتھ میں تھا جس سے میں لڑتا وہ بھی لڑتے، جس سے میں صلح کرتا وہ بھی کرتے، میں محض اللہ کی رضا کی خاطر اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانوں کو محفوظ رکھنے کی خاطر خلافت سے

(1) صحیح البخاری ۲۷۰۴

دستبردار ہوں [1]

اسی سال حسنؓ و حسینؓ نے سیاست چھوڑ دی اور مدینہ منورہ میں ایک عامی کی حیثیت سے رہنے لگے۔ یہ ان کے لیے نئ شروعات تھی اس سے قبل وہ کوفہ میں مقیم تھے جب علیؓ کی خلافت وہیں تھی۔ جب حضراتِ حسنینؓ مدینہ میں تھے تو ان کے مدینہ کے گورنر سے تعلقات اچھے نہ تھے تاہم ان کے معاویہؓ کے ساتھ تعلقات اچھے تھے جیسے کہ امام باقرؒ فرماتے حسنؓ و حسینؓ یہ معاویہؓ سے تحائف قبول کرتے تھے۔ [2] مگر ان کے حاکم مدینہ سے تعلقات اچھے نہ رہے۔ کیونکہ اگر ہم تھوڑا پیچھے جائیں تو مروان وہی تھا جو جمل میں ان کی مخالفت میں آیا تھا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ عمیر بن اسحاق فرماتے ہیں:

مروان ہم پر چھ سال تک امیر رہا، وہ ہر جمعہ علی پر سب و شتم کرتا تھا، پھر اسے معزول کر دیا گیا اور اس کے بعد سعید بن العاص دو سال تک امیر رہے، وہ سب و شتم نہیں کرتے تھے۔ پھر دوبارہ مروان کو امیر بنایا گیا، چنانچہ پھر وہ سب و شتم کرتا تھا [3]

اسی طرح ابو یحییٰ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں حسن و حسین اور مروان کے قریب تھا کہ ایک دوسرے کو سب و شتم کر رہے ہیں حسن، حسین کو کچھ کہنے سے مانع ہو رہے تھے لیکن مروان نے کہا: اہل بیت ملعون ہیں۔ حسن

---

(1) حلية الأولياء لأبي نعيم ج٢ ص٣٦-٣٧ ، المستدرك على الصحيحين ج٣ ص٢٠٢ ت٤٨٦٠ الطبقات الكبرى الطبقة الخامسة من الصحابة ج١ ص٣١٨ ت٢٨١— وقال الشيخ محمد بن صامل السلمي: "إسناده حسن" الذرية الطاهرة لأبي بشر الدولابي ص١٧ ت١١٠ — وقال الشيخ سعد المبارك الحسن: "إسناده جيد"

(2) الشريعة للآجري، رقم ١٩٦٣ «وإسناده صحيح إلى محمد الباقر»

(3) العلل ومعرفة الرجال للإمام أحمد ٤٧٨١ «وصححه وصي الله عباس»

غضبناک ہو کر فرماتے ہیں: اہل بیت ملعون ہیں؟ اللہ کی قسم! اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے تجھ پر لعنت کی ہے اس زمانہ میں جب تو اپنے باپ کی صلب میں تھا[1]

امام محمد باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسنؓ و حسینؓ مروان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے (اس کے باوجود کہ وہ ان کے والد علیؓ پر سَب کرتا تھا) اور حسنؓ و حسینؓ مروان پر اس کے منہ پر سب (برا بھلا) کرتے درحالآنکہ وہ منبر پر ہوتا[2]

چند سالوں بعد سنہ ۴۹ھ میں حسنؓ بیمار ہو گئے۔ عمیر بن اسحاق کہتے ہیں "میں اور ایک آدمی حسن بن علیؓ پر عیادت کے لیے داخل ہوئے۔ آپ اس آدمی سے کہنے لگے: مجھ سے سوال نہ کر سکنے سے پہلے سوال کر لیں۔ اس آدمی نے عرض کیا: میں آپ سے کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ آپ کو عافیت دے۔ آپ کھڑے ہوئے اور بیت الخلاء گئے۔ پھر نکل کر ہمارے پاس آئے، پھر فرمایا: میں نے تمہارے پاس آنے سے پہلے اپنے جگر کا ایک ٹکڑا (پاخانے کے ذریعہ) پھینک دیا ہے۔ میں اس کو اس لکڑی کے ساتھ الٹ پلٹ کر رہا تھا۔ میں نے کئی بار زہر پیا ہے، لیکن اس دفعہ سے سخت کبھی نہیں تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس اگلے دن آئے تو آپ حالتِ نزع میں تھے۔ حسینؓ آپ کے پاس آئے اور آپ کے سر مبارک کے پاس بیٹھ گئے اور کہا: اے بھائی! آپ کو زہر دینے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: اگر وہ شخص وہی ہے جو میں سمجھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ انتقام لینے میں

(1) مسند أبي يعلى الموصلي ٦٧٦٤ «وصححه حسين سليم أسد» تفسير ابن أبي حاتم ١٨٥٧١ وصححه نبيل البصارة في «أنيس الساري» (١١/١٤٩٩)

(2) الطبقات الكبرى لابن سعد ج١ ص١٠٤ رقم ٣٨٢ «وصححه محمد بن صامل السلمي» //مصنف ابن أبي شيبة ٧٥٦٨ «وسنده صحيح»]

زیادہ سخت ہے۔ اور اگر وہ بری ہے تو میں ایک بری آدمی کو قتل نہیں کرنا چاہتا"۔[1]

وضاحت: جگر کے ٹکڑے کا پاخانے یا منہ کے راستے سے آنا محال ہے تو حسنؓ کو جہاں درد محسوس ہو رہا تھا تو انہوں نے یہی خیال کیا کہ یہ جگر کا ٹکڑا ہے اور وہ طبیب و جراح نہ تھے۔ ممکن ہے وہ ٹیومر ہو جسے وہ جگر کا ٹکڑا خیال کرتے تھے۔ واللہ اعلم

ابو الطفیلؓ کہتے ہیں حسن بن علی رضوان اللہ علیہما نے فرمایا:

مشرق و مغرب کے درمیان میں، میرے علاوہ کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس کے نانا نبی ہوں۔ اور مجھے دو دفعہ زہر دیا گیا۔[2]

سیدنا حسنؓ کی وفات کے دو سال بعد سنہ ۵۱ھ میں معاویہؓ نے یزید کے لیے بیعت لینا شروع کی۔ قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ نے فرماتے ہیں: معاویہؓ کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ یزید بن معاویہ کی بیعت نہ کرنے کے لیے مدینہ سے مکہ نکل گئے ہیں۔ فرمایا: جب معاویہؓ مکہ پہنچے تو مقام تنعیم میں عبداللہ بن زبیرؓ سے ملاقات ہوئی، معاویہؓ نے ان سے خوشگوار حالت میں بات کی اور مال و دولت کے تعلق سے پوچھا، مذکورہ معاملہ کے بارے میں کچھ بات نہ کی۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے ملاقات کی، ان دونوں نے یزید کے متعلق تفصیلی گفتگو کی۔ پھر معاویہؓ نے ابن زبیرؓ کو بلایا اور کہا: یہ کیا کر رہے ہو! یہ کام کرکے تو ان دونوں کی توہین کر رہے ہو، تم ایک چالاک لومڑی جیسے ہو ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے میں گھس

(1) مصنف ابن أبي شيبة ۳۷۳۵۹ «وسنده حسن»

(2) الطبقات الکبری لابن سعد ۱/ ۳۳۷ رقم ۳۲۹ وحسنه محمد بن صامل السلمی

جاتے ہو۔ ابن زبیر نے کہا: مجھے کوئی مسئلہ نہیں، لیکن میں ایک ساتھ دولوگوں کی بیعت نہیں کر سکتا، آخر دونوں میں کس کے عہد و پیمان کی اطاعت کرونگا؟ اگر تم امارت سے اکتا گئے تو یزید کی بیعت کرادو، ہم آپ کے ساتھ یزید کی بیعت کر لیں گے۔ معاویہؓ ان دونوں کے انکار پر کھڑے ہو گئے اور کہا: لوگ عجیب عجیب باتیں کر رہے ہیں، مجھے ان حضرات کے بارے میں بھی کچھ عجیب باتیں معلوم ہوئی ہیں لیکن میں نے اسے جھوٹ پایا، ان لوگوں نے سمع وطاعت کر لی ہے اور امت کی خیر خواہی میں داخل ہو گئے ہیں۔ (1)

اسی طرح کی ایک روایت ہے کہ معاویہؓ نے فرمایا: اس (خلافت کے) موضوع پر جس نے کوئی بات کرنی ہے وہ اپنا سر اٹھائے، یقینا ہم اس سے اور اس کے باپ سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ ابن عمرؓ بھی وہاں موجود تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ انہیں جواب دوں لیکن مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ مبادا میری اس بات سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف بڑھ جائے اور خونریزی ہو جائے۔ (2) یعنی اس وقت امن وامان تھا اور سب اکھٹے ہو چکے تھے اور ۴۱ھ سے ۶۰ھ تک مسلمانوں کے درمیان آپسی جنگیں نہ ہوئیں جس طرح کہ پہلے ہو چکی تھیں۔

سنہ ۵۷ھ میں معاویہؓ نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو امیر مدینہ مقرر کیا۔ محمد بن ابراہیم بن حرث تیمیؒ فرماتے ہیں کہ حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے درمیان ذی مروہ کے اندر کچھ مالی منازعہ تھا اور ولید اُن ایام میں اپنے چچا مُعاویہؓ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا اور

---

(1) حلیۃ الأولیاء ص ۳۳۰-۳۳۱ «وسندہ حسن»، صحیح تاریخ الطبری ج۴ ص ۳۱-۴۲]

(2) صحیح البخاری ۴۱۰۸

اس نے حسینؓ کے حصہ میں سے کچھ کم کرلیا تھا۔ پس حسین نے فرمایا: یا تو تم مجھے میرا حصہ پورا پورا دیدے ورنہ میں اپنی تلوار اپنے ہاتھ میں لوں گا اور مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر حِلف الفُضول کو پکاروں گا۔ عبد اللہ بن زبیرؓ بھی ولید کے پاس اُس وقت موجود تھے جبکہ حسین رضی اللہ عنہ نے یہ کلام فرمایا۔ وہ بھی کہنے لگے کہ اگر انھوں نے خلف الفضول کو پکارا تو میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی تلوار اپنے ہاتھ میں پکڑوں گا جہاں تک کہ یا تو حسینؓ کا حصہ پورا ملے گا یا ہم دونوں شہید ہوں گے۔ (راوی کہتا ہے) جب یہ خبر مسورؓ بن مخرمہ کو پہنچی تو انھوں نے یہی کلام کہا جو ابن زبیرؓ نے کہا تھا اور عبد الرحمٰن بن عثمان بن عبید اللہ تیمی نے بھی اس واقعہ کو سُن کر یہی کہا۔ جب یہ سب خبریں ولید بن عُتبہ نے سنیں اور عام افرو ختگی کا اندیشہ کیا۔ اور اُسی وقت اُس نے حسین کا پورا حصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ کو اپنے سے خوشنود اور راضی کرلیا (کیونکہ کوئی چارہ نہ رہا)۔ [1]

سنہ ۶۰ ھ میں جب حسنؓ کو فوت ہوئے گیارہ برس گزر چکے تھے تو ماہِ رجب میں معاویہؓ انتقال فرماگئے۔ جویریہ بن اسماء کہتے ہیں میں نے اہل مدینہ میں سے کئی شیوخ سے سنا جن کی گنتی نہیں ہو سکتی وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں دو لوگ آئے ولید بن عتبہ (امیر مدینہ جس کا امام حسینؓ سے معاملہ پہلے ہی خراب تھا) اور مروان بن حکم (یہ وہی شخص تھا جو حسنینؓ کو برا کہتا تھا اور حسنینؓ جواباً اسے کہتے تھے)۔ مروان نے ولید کو کہا کہ حسینؓ اور ابن زبیرؓ کو یہاں طلب کرو اور جب وہ یہاں آئیں تو کہنا کہ یزید کی بیعت کرلیں نہیں کرتے تو انہیں قتل کر دینا اور عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ اس سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ تو ابن زبیرؓ طلب کئے گئے اور بتایا گیا کہ معاویہؓ گزر چکے ہیں چنانچہ آپ نے تعزیت کی۔ ولید

(1) السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ۱۸۱ رقم ۱۳۵ «وحسنہ مجدی فتحی السید»

نے ان سے کہا: (اہل شام یزید کی بیعت کر چکے ہیں اب تمہاری باری ہے کہ) تم بیعت کرو۔ ابن زبیر نے جواب دیا کہ میں ایسے تمہاری بیعت نہیں کرنے والا کہ چھپ کر ہو بلکہ علانیہ میں تو کرونگا۔ مروان نے کچھ برا محسوس کیا اور کہنے لگا کہ ولید اسے قتل کرو یہ صاحبِ فتنہ و شر ہے۔ چنانچہ ابن زبیرؓ مروان کو برا بھلا کہنے لگے اور مروان ابن زبیرؓ کو۔ وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے رہے حتی کہ ولید نے دونوں کو کمرے سے خارج کیا پھر اسی دوران حسین بن علیؓ آ گئے تو کسی قسم کا کلام نہ کیا یہاں تک کہ سب واپس چلے گئے۔ اور مروان بھی ولید کے پاس چلا گیا اور قسم کھا کر کہا کہ تم نہیں دیکھ سکتے اپنے مقام کے بعد یہاں سے سوائے اس کے یہ تمہارے برائی کرے، تو ولید نے جاسوسوں کو بھیجا تاکہ وہ عبداللہ بن زبیرؓ کا پیچھا کریں۔ عبداللہ بن زبیر اپنے بیٹے حمزہ کے پاس گئے اور کہا کہ حُلیفہ جاؤ اور میری سواری تیار کرو کیونکہ مجھے نکلنا ہے۔ اور ابن زبیر نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ جاسوس (تنگ آ کر) چلے گئے۔ وہ سوار ہوئے اور حُلیفہ گئے اور روانہ ہوئے۔ جب وہ مکہ پہنچے تو ان کی وہاں ملاقات حسینؓ سے ہوئی تو ابن زبیر نے کہا کہ (آپ یہاں کیا کر رہے ہیں کوفہ کیوں نہیں جاتے) تو آپ کو کیا چیز روکتی ہے اپنے شیعوں اور اپنے والد کے شیعوں کے پاس جانے سے بخدا اگر میرے پاس ایسے (چاہنے والے) ہوتے تو میں ان کے پاس چلا جاتا۔ (1)

سفرِ عراق:

غیر معتبر روایات میں ہے کہ عبداللہ بن مطیع، ابن عمر، عبداللہ بن عیاش، جابر بن عبداللہ، مسور بن مخرمہ، عمرہ بنت عبدالرحمٰن، ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، عمرو بن سعید بن العاص، محمد

---

(1) تاریخ خلیفۃ بن خیاط ص ۲۳۲ «وسندہ حسن»

بن حنفیہؒ اور ابو واقد لیثی نے کوفے جانے سے روکا تھا۔ اور اس کو روایت کرنے والا واقدی بھی غیر معتبر ہے اور عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی۔ اگر حسینؓ کو واقعتاً اتنے لوگ اگر منع کرتے تو شاید وہ ان سے متفق ہو ہی جاتے۔ امام حسینؓ کا مزاج ایسا نہ تھا اگر ہم کچھ پیچھے جائیں، جب حسنؓ امیر معاویہؓ سے صلح کرنے لگے تھے تو اس موقع پر حسینؓ نے شروع میں مخالفت ظاہر کی تھی اور امام حسنؓ کے سمجھانے پر وہ راضی ہو گئے تھے۔ [1] اور اس کے بعد کچھ وارد نہیں ہوا کہ آپؓ نے کبھی معاویہ کی مخالفت کی۔ اتنے لوگ امام حسینؓ کو روکتے رہے یہاں تک کہ وہ راضی ہی نہ ہوئے۔ لہٰذا یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔

ماہ رجب یا ماہ رجب کے اختتام میں امام حسینؓ مکہ کے لیے نکلے تھے۔ اور وہ چار سے پانچ ماہ مکہ میں ہی رہے تھے کیونکہ وہ ذوالحجہ کے آخری ایام میں کوفے کے لیے روانہ ہوئے تھے یعنی محرم شروع ہونے سے پہلے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے ایک دم فیصلہ نہ کیا بلکہ غور و تتبع کے بعد ہی کوفہ کا قصد کیا۔ جب حسینؓ نکلنے لگے تھے تو ابن عباسؓ نے آپ کو روکنا چاہا تھا۔ طاوسؒ کہتے ہیں میں نے ابن عباسؓ کو کہتے سنا: حسینؓ نے مجھ سے خروج کرنے کے معاملہ میں مشورہ کیا، تو میں نے کہا: اگر یہ میرے اور آپ کے درمیان میں معیوب نہ ہوتا تو میں اپنے ہاتھ سے آپ کے سر (کے بالوں) کو پکڑتا (اور روکتا)۔ تو حسینؓ نے جواب میں کہا: اگر میں ایسی فُلاں جگہ قتل کر دیا جاؤں تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہوگا اس سے کہ یہ (مکہ کی حرمت) میری وجہ سے حلال ہو جائے۔ (ابن عباس کہتے ہیں) پس یہی (حسین کا کہنا) تھا جس نے مجھے (میری رائے) بُھلا دی اور تسلی پہنچا دی میرے نفس کو اس (میری رائے) سے۔ (راوی کہتا ہے) اس کے بعد طاوسؒ نے قسم

---

(1) الطبقات الکبری ج۱ ص۳۳۰ رقم ۲۸۹ «وصححه محمد بن صامل السلمی»

کھائی کہ انہوں نے نہیں دیکھا کسی آدمی کو کہ وہ محارم کی سب سے زیادہ تعظیم کرتا ہو ابن عباسؓ سے، اگر میں رونا چاہوں تو رو پڑوں۔ (1)

ابن عباسؓ کہتے ہیں: میں نے دوپہر کے وقت خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ کھڑے تھے اور آپؐ کے سر کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، جسے میں آج جمع کر رہا ہوں۔ ہم نے اس دن کا حساب لگایا تو وہ وہی دن تھا، جس دن حسینؓ شہید ہوئے تھے۔ (2)

سیدنا حسینؓ اور ان کے رفقا کی شہادت

مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کی شہادت:

ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ میں نے شب کو مسجدِ انصار کے پاس مسلمؒ اور ان کے انصار کو دیکھا کہ جہاں داہنے بائیں کوئی راہ نہیں پاتے۔ تیس تیس چالیس چالیس آدمی ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوتے جاتے تھے۔ جب اندھیری رات میں مسلمؒ بازار تک پہنچے اور کچھ لوگ مسجد کے اندر بھی چلے۔ تو ابن زیاد سے کسی نے کہا ہمیں تو بخدا نہ کوئی مجمع معلوم ہوتا ہے نہ کسی مجمع کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اس نے حکم دیا مسجد کی چھت اکھاڑ ڈالی گئی اور بانس کی جالیاں جو مسجد میں تھیں ان میں آگ لگا دی گئی۔ تاریکی دفع ہوئی تو دیکھ کہ مسجد میں کوئی پچاس آدمی

---

(1) أمالي المحاملي رواية ابن يحيى البيع ص٢٢٦ رقم ٢١٥ // أخبار مكة للفاكهي رقم ١٤٨٧ // المعجم الكبير للطبراني رقم ٢٨٥٩ «وسنده صحيح»

(2) مسند أحمد ٤/٣٣٦-٣٣٧ رقم ٢٥٥٣ وقال شعيب الأرنؤوط: «إسناده قوي على شرط مسلم»

ہیں۔ یہ دیکھ کر ابن زیاد اتر آیا اور منبر پر گیا۔ لوگوں کو حکم دیا کہ ہر ہر قبیلہ کے لوگ الگ الگ ہو جائیں۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اپنے اپنے رئیس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور انصار مسلمؒ سے لڑنے لگے۔ مسلمؒ بری طرح زخمی ہو گئے۔ ان کے انصار میں سے کچھ لوگ قتل ہو گئے باقی بھاگ گئے۔ مسلم وہاں سے نکلے اور بنی کندہ کے محلّہ میں ایک جگہ میں چلے گئے۔ محمد بن اشعث، ابن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر اس سے چپکے چپکے یہ خبر بیان کی کہ مسلمؒ فُلاں شخص کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا۔ ابن اشعث نے کہہ دیا یہ کہتا ہے کہ مسلمؒ فلاں شخص کے گھر میں ہے۔ ابن زیاد نے دو آدمیوں کو مسلمؒ کے آنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں مسلم کے پاس گئے۔ دیکھا کہ ایک بوڑھی کے یہاں ہیں، اس (بوڑھی) نے ان کے لیے آگ سلگائی ہے کہ اپنے بدن سے خون دھوئیں۔ دونوں آدمی کہنے لگے: چلو امیر نے تم کو بلایا ہے۔ مسلمؒ نے کہا تم مجھ سے کچھ عہد و پیمان تو کر لو۔ انہوں نے کہا ہمیں اس کا اختیار نہیں ہے۔ مسلمؒ ان دونوں آدمیوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ اس نے حکم دیا اور انہیں سختی سے پکڑ لیا گیا پھر ابن زیاد کہنے لگا: ہاں اے پسرِ حلیہ! تُو اس لیے آیا تھا کہ میری سلطنت مجھ سے چھین لے اس کے بعد اس نے حکم دیا۔ مسلمؒ کی گردن مار دی گئی۔ (ہلال بن یساف نے) کہا: حلیہ مسلم بن عقیل کی والدہ ہیں جو کہ ام ولد تھیں۔ (1)

سیدنا حسینؓ پر مظالم:

سعد بن عبیدہ کہتے ہیں (میں نے دیکھا کہ) شیوخ کوفہ میں سے کچھ لوگ

(1) تاریخ الطبری ج۵ ص۳۹۱-۳۹۲ // أنساب الأشراف للبلاذری ج۳ ص۲۲۶ «وإسناده حسن إلی هلال بن يساف»

ایک ٹیلہ پر کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں: یااللہ مدد فرما، یہ سن کر میں نے کہا: "اللہ کے دشمنوں! کیوں نہیں اتر کر جاتے اور کیوں ان (حسینؓ) کی مدد نہیں کرتے"۔ اسی دوران میں، مَیں نے دیکھا کہ حسینؓ دھاری دار جبہ پہنے ابن زیاد کی فوج سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور باتیں کرکے آپ مڑے تو بنو تمیم کے ایک شخص جس کا نام عمرو بن خالد طہوی تھا آپ کو ایک تیر مارا اس کا تیر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان جبہ میں اٹکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ جب یہ لوگ نہ مانے تو آپ اپنی صف میں واپس چلے آئے۔ اس وقت سو آدمیوں کے قریب آپ کے ساتھ تھے۔ پانچ یا سات علیؓ کے بیٹے، سولہ شخص بنو ہاشم سے، بنو سلیم میں سے ایک شخص ان کا حلیف تھا، اور بنو کنانہ میں سے ایک شخص ان کا حلیف تھا۔ (1)

سعد بن عبیدہ کہتے ہیں: میں عمر بن سعد کے ساتھ فُرات میں اترا ہوا نہا رہا تھا کہ ایک شخص اس کے پاس آیا۔ اس نے ابن سعد سے سرگوشی کی اور کہا ابن زیاد نے تمہارے پاس حویزہ بن بدر تمیمی کو حکم دے کر بھیجا ہے کہ اگر تم ان لوگوں (حسینؓ اور اس کے ساتھیوں) سے قتال نہ کرو تو وہ تمہاری گردن مارے۔ (سعد بن عبیدہ) کہتے ہیں: (یہ سنتے ہی) ابن سعد نے اپنا گھوڑا منگایا اور سوار ہوا، پھر گھوڑے پر ہی ہتھیار منگا کر پہنے اور فوج کو ساتھ لے کر لڑنے کے لیے روانہ ہوا اور اس نے ان لوگوں سے قتال کیا۔ ابن زیاد کے سامنے حسینؓ کا سر جب لا کر رکھا گیا تو اپنی لکڑی آپ کی ناک پر رکھ کر کہنے لگا بلا شبہ ابو عبداللہ (حسینؓ) سیاہ و سفید بالوں والے تھے، (سعد بن عبیدہ) کہتے ہیں: اور آپ کی

---

(1) تاریخ الطبری ج۵ ص۳۹۲-۳۹۳ // أنساب الأشراف للبلاذری ج۳ ص۲۲۵-۲۲۶ // تاریخ أبی زرعة الدمشقی ص۶۲۷ «وسندہ حسن»

بیویوں، بیٹیوں اور اہل کو بھی لایا گیا، اس (ابن زیاد) نے سب سے اچھا کام یہ کیا کہ ان کے لیے فرودگاہ کا حکم دیا جو ایک الگ تھلگ جگہ پر تھی اور کھانا پینا لباس ان کے لیے مقرر کیا۔ (سعد بن عبیدہ) کہتے ہیں کہ ان میں سے دو لڑکوں نے جو عبد اللہ بن جعفر یا ابن ابی جعفر کی اولاد میں سے تھے، آ کر بنو طے کے ایک شخص کی پناہ لی تو اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور دونوں کے سر لا کر ابن زیاد کے سامنے رکھ دیے، ابن زیاد نے بھی اسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس کے حکم سے اس کے گھر کو منہدم کر دیا گیا۔ (1)

انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ گورنرِ کوفہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس حسین علیہ السلام کا سر لایا گیا جس کو ایک طشت میں رکھا گیا تھا تو وہ اس پر لکڑی مارنے لگا اور آپ کے حُسن کے متعلق بھی کچھ کہا۔ انسؓ نے اس وقت فرمایا: یہ تو ان (اہل بیت میں) سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل تھے۔ حسینؓ نے وسمہ کا خضاب استعمال کر رکھا تھا۔ (2)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ واضح قول یہ ہے کہ ابن زیاد نے حسینؓ کے سر کو یزید کے پاس بھجوایا تھا۔ (3) دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ اہل تاریخ اور اہل سیر کے نزدیک مشہور یہ بات ہے کہ اسے ابن زیاد نے یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا مگر کئی لوگوں نے اس بات کا انکار کیا ہے اور میرے نزدیک پہلی بات (سر بھجوانے والی) زیادہ مشہور ہے۔ (4)

---

(1) أنساب الأشراف للبلاذری ج۳ ص۲۲۶ // تاریخ الطبری ج۵ ص۳۹۳ // تاریخ أبی زرعة الدمشقی ص۶۲۷ «وسنده حسن»

(2) صحیح البخاری ۳۷۴۸ // مسند أحمد ۱۳۷۴۷ «وصححه شعیب الأرنؤوط»

(3) البدایہ والنهایہ (مترجم) جلد ۶ صفحہ ۲۴۷

(4) البدایہ والنهایہ (مترجم) جلد ۷ صفحہ ۲۶۰

اس کے موافق تابعی حسن بصریؒ کا ایک قول بھی ہے، وہ کہتے ہیں: "یزید بن معاویہ نے (حسینؓ کے) چہرہ مبارک پر، جہاں رسول اللہ ﷺ اپنا چہرہ مبارک رکھتے تھے، چھڑی سے مارنا شروع کیا اور توہین کرنے لگا"۔ (1)

سالم بن ابی حفصہ فی نفسہ صدوق ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ شیخ کفایت اللہ سنابلی صاحب کا تسامح ہے کہ انہوں نے اس روایت کو من گھڑت کہا۔ اور لکھتے ہیں کہ «مسلمہ بن شبیب کا کوئی اتا پتا نہیں ملتا»۔ یہ ان کی چوک ہے مسلمہ تصحیف ہے جبکہ موجودہ نسخہ میں بھی سلمہ بن شبیب ہے جو کہ ثقہ ہے۔

پھر اس روایت پر سنابلی صاحب نے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ اس میں سالم بن ابی حفصہ کے متعلق حافظ ذہبی نے لکھا کہ «یہ شیعہ ہے اس کی حدیث نا قابلِ احتجاج ہے»۔ (2)

حضرات! حافظ ذہبیؒ نے جو کلام کیا وہ مرفوع کے معاملہ میں ہے ایسی مقطوع روایات کے معاملہ میں نہیں! خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے سالم بن ابی حفصہ کی ایک مقطوع روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (3)

اصل قاتل حسینؓ:

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے کہا: جس کے پاس کوئی بلا ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ تاکہ ہم اس کو اس کی بلا کے بدلے عطا کریں۔ سنان بن انس نخعی کھڑا ہوا اس نے کہا: مجھے میری بلا کے بدلے دو۔ حجاج نے کہا: تمہاری بلا کیا ہے؟ سنان

---

(1) الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید لابن الجوزی ص۵۸ ط. دار الکتب العلمیة «وسندہ حسن»

(2) یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۴۰۱

(3) تاریخ الإسلام للإمام الذهبی ج۹ ص۵۷ ط. المکتبة التوفیقیة

نے کہا: میں نے حسینؓ کا قتل کیا۔ حجاج نے پوچھا کہ کیسے قتل کیا؟ جواب دیا: میں نے اس (حسینؓ کے بدن) میں نیزہ داخل کیا نیزہ! اور تلوار کے ذریعہ ٹکڑے کئے ٹکڑے! (غالباً سر قلم کی طرف اشارہ ہے) اور میں نے کسی کو اس (حسینؓ) کے قتل میں شریک نہیں کیا۔ حجاج نے کہا: جہاں تک تمہارا اور اُس (حسینؓ) کا معاملہ ہے تم لوگ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور حجاج نے اس سے کہا: نکل جاؤ۔ راوی کہتا ہے: میرے خیال میں حجاج نے اسے کچھ عطا نہیں کیا۔ [1]

(1) تاریخ ابن معین روایۃ الدوری ج۳ ص۴۹۸ رقم ۲۴۳۵ // المعجم الکبیر للطبرانی ج۳ ص۱۱۱ رقم ۲۸۲۸ «وسندہ حسن»